مطبوعات

ماہنامہ حیاتِ نو
مجدد سید مودودیؒ نمبر
مدیر مسئول: انصار احمد فلاحی
مقام اشاعت: جامعۃ الفلاح
بلریا گنج۔ اعظم گڑھ۔ بھارت
ضخامت ۱۲۰۔ قیمت ۵/- روپے

ماہنامہ حیات نو بھارت میں اسلامی قدروں کا نقیب ہے یہ خاص نمبر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغفورؒ کی رحلت پر شائع کیا گیا ہے۔ اس میں کچھ تو پاکستانی جرائد کے اقتباسات ہیں کچھ نئے مضامین نظم و نثر بھی۔ خاص طور پر ایک مضمون "آسمانِ اصلاح و تجدید کے دو ستارے" توجہ چاہتا ہے۔ اس میں مولانا الیاس مرحوم اور مولانا مودودی مغفورؒ کے یہاں سے اقتباس لے کر دکھایا گیا ہے کہ دونوں کے مقصد اور کام میں کوئی بنیادی ٹکراؤ نہ تھا۔ البتہ بعد میں کچھ دوسرے اصحاب نے خواہ مخواہ تلواریں سونت لیں۔ حضرت مولانا الیاس مرحوم کا مقصد لوگوں کو کلمہ نماز پڑھانے تک محدود نہ تھا۔ اپنے عزیز ظہیر الحسن کو خط میں لکھتے ہیں کہ "میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے۔ میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں ہے۔ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔" (ص-۵۲) پھر ایک صحبت میں فرمایا! "کلمہ و نماز کی تعلیم و تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی ا، ب، ت ہے۔" اس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصب العین کے لحاظ سے اور اپنے بڑے مقاصد کے لحاظ سے دونوں بزرگ ایک ہی سا نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ افسوس کہ ان کے کارکنوں کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں جنہیں ڈھانے والا کوئی نہیں۔ نعیم احمد فلاحی (بھارت) نے مولانا کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال خود لکھا ہے۔ (ص ۶۶) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغفورؒ کے چار مکتوب بھی شامل اشاعت ہیں (ص ۷۲، ۷۳)۔ جناب کوثر اعظمی اور منصف اعظمی کی طویل حزنیہ نظمیں اہمیت رکھتی ہیں۔ ابوالمجاہد زاہد صاحب نے آزاد نظم بہ عنوان "سورج ڈوب گیا" لکھی ہے (تینوں نظمیں ص ۷۶، ۸۵)۔

میرا خیال ہے کہ اب رسائل بھارت سے آنے لگے ہیں۔

اندھیارے اجالے
مؤلف: آباد شاہ پوری ایڈیٹر اردو ڈائجسٹ
ناشر: مکتبہ چراغ اسلام۔ اردو بازار۔ لاہور
قیمت: ۵۰/۲۲ روپے۔ صفحات: ۲۸۸

جاننے والے جانتے ہیں کہ آباد شاہ پوری (بعض لوگ "آباد شاہ" کو نام اور "پوری" کو اضافہ نسبتی سمجھتے ہیں!) جن کی ظاہری شخصیت بڑی آتش کربلی سی معلوم ہوتی ہے۔ دل بیدار، لالے کی آگ کو تیز کرنے والا نفسِ گرم، اندھیروں میں راہ دکھانے والا دماغ روشن اور راہوار وقت کے ساتھ چلنے والا قلم رکھتے ہیں جو آدھی رات کے بعد بھی بہ مشکل اپنی نثر "مثنوی لبشنو از نے" کو روکتا ہے۔

مختصر سے جسم کے ساتھ اس شخص کو جو قد آور روح اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کا ایک پرتو "اندھیارے اجالے" میں ملتا ہے۔ یہ کتاب ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جو ملت کی دینی و دنیوی فلاح کے لیے ایک سنجیدہ و متین شخصیت نے بڑی خیر خواہی کے ساتھ دل میں اترنے والے اسلوب سے لکھے ہیں۔ یہ ایسے مضامین ہیں جن کے لیے چھوٹے چھوٹے واقعات یا خبری اطلاعات یا گذرے ہوئے تاریخی لمحات کی یادیں محرک بنی ہیں۔ جیسے حسن نظامی مچھر یا جھینگر سے بات شروع کرتے اور قارئین کو تصوف اور سیاست کے دائروں میں جا پہنچاتے۔ اسی طرح آباد شاہ نے چھوٹے منہ سے بڑی بات کہنے کے بجائے، بڑے منہ سے کوئی چھوٹی بات بطور تمہید چھیڑی اور پھر دیکھتے دیکھتے وہی چھوٹی بات بڑی بات بن کر دور دور تک چھا گئی ہے، کتنی ہی وقت کی غلط فہمیوں کے دامن انھوں نے تار تار کر دیے ہیں اور کتنے ہی لاینحل مسائل کو چٹکی بجاتے میں حل کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ میں قرآن کی مشعل ہے۔ اور اس کی آیات کی کرنیں حقیقتوں کے چہروں کو نمایاں کرتی جاتی ہیں۔

کاغذ اور آرٹ کارڈ کے رنگین ٹائیٹل کے علاوہ کتابت و طباعت ایسی خوبصورت ہے جیسی اُن کی باتیں۔

اس کتاب کو دس بارہ سال کے بچے، خواتین اور عام تعلیم یافتہ لوگ اپنے لیے یکساں مفید پائیں گے۔

تذکرہ پیران پاگاڑہ
مؤلف: تبسم چودھری
پبلشر: سید سردار علی شاہ۔ کنگری پرنٹرز بیل خانہ روڈ، ٹنڈو ولی محمد، حیدر آباد
قیمت: -/۱۵ روپے۔ صفحات: ۲۷۰

ہماری ملی تاریخ کے لٹریچر میں یہ کتاب ایک قیمتی اضافہ ہے۔ اس کی قدر و قیمت اس بنا پر بڑھ جاتی ہے کہ سندھ میں مخالف جانب کا جو ذہن تاریخ کو مسخ کر رہا ہے، اس کو چیلنج کرنے کی یہ کوشش بڑی اہم ہے۔ کتاب کی

ابتدا میں خاندان کی تاریخ کے اس ابتدائی سوال کو اُٹھایا گیا ہے کہ خاندان کے بزرگ اعلیٰ سید علی بن سید عباس بن شاہ زید (امام موسیٰ کاظم تک) برصغیر میں کب آئے اور کیوں؟

کتاب میں ضروری حوالوں سے اس حقیقت کے مختلف پہلو واضح کیے گئے ہیں۔ خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سید صاحب کی آمد فروغِ اسلام کے لیے تھی۔ پھر آگے اس خانوادے کا تاریخی پارٹ بڑی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ تحریک مجاہدین کے قافلے کی گذرگاہ سرزمین سندھ بنی۔ اور خود پاگاڑہ خاندان تحریک کے لیے گہوارۂ امن بنا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے اہل خانہ اس خانوادے کے مہمان رہے۔

اس تحریک مجاہدین کے بالکل متوازی، اسی مجاہدانہ رنگ میں سید صبغۃ اللہ شاہ نے حُر تحریک کو منظم کیا اور تحریک مجاہدین کے خاتمے کے بعد حُر انگریزی استبداد کے خلاف حرکت میں آ گئے۔ ۱۸۵۷ء کے معرکے میں بھی حُروں نے حصہ لیا۔ پھر حُروں اور انگریزوں کے درمیان سید صبغۃ اللہ شاہ اوّل کے دور سے کشمکش چلتی رہی۔ یہاں تک کہ پیر سید مردان شاہ اوّل کے دور میں تصادم زور پکڑ گیا۔ آخر میں سید صبغۃ اللہ شاہ ثانی کا دور آیا۔ انہوں نے جذبۂ آزادی کے تحت انگریزوں کے خلاف کارروائیاں تیز تر کر دیں۔ جنگ عظیم ثانی چھڑ گئی۔ اور ایک طرف سے ہٹلر اور دوسری طرف سے جاپان نے برطانوی حکومت کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس زمانے میں سید صاحب کو پہلے کراچی میں نظر بند رکھا گیا۔ پھر مقدمہ چلایا گیا اور ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء کو پھانسی دے دی گئی (غفر اللہ لہٗ) موجودہ پیر صاحب جو اُس وقت کم عمر صاحبزادے تھے اُن کو انگلینڈ بھیجا گیا تاکہ وہاں کے نظامِ تعلیم اور نظامِ معاشرہ سے اُن کے دل و دماغ کو بدل دیا جائے۔

اس کتاب کو جو بھی مسلمان پڑھے گا وہ آج بھی اس خانوادے سے اقامتِ دین اور آزادیٔ اسلام اور وحدتِ ملک اور مدافعتِ نظریہ ہائے فاسدہ کے لیے اسی کردار کی امیدیں کرے گا جو اس کا طرۂ امتیاز رہی ہیں اور ہمیں یہ اُمید بھی کرنی چاہیے کہ پاگارہ پیر گوٹھ میں جذبہ ہائے اسلاف کے تمام ایمانی چراغ روشن رہیں گے

ایک چھوٹی سی کتاب میں مؤلف نے ضروری تاریخی مواد کو بڑی خوبی سے جمع کر دیا ہے۔

پاکستان، معیشت اور سیاست
مؤلف: جناب محمود مرزا۔ ایڈووکیٹ
(انکم ٹیکس پریکٹیشنر)
ناشر: تعبیر پبلیکیشنز۔ رگارڈی ٹرسٹ بلڈنگ
نشتر روڈ۔ لاہور
قیمت مجلد ۔/۱۵ روپے۔ پونے دوسو صفحات

اس طرح کے موضوعات پر لکھنے والے کم ہیں۔ کبھی کبھی کوئی قابل توجہ کتاب نمودار ہو جاتی ہے۔ ایسی ہی کتاب "پاکستان، معیشت اور سیاست" (ترقیاتی سٹریجی کے تقاضے) ہے۔

محمود مرزا تعلیم، مطالعہ اور پیشہ کے لحاظ سے ملکی معیشت پر برسوں سے خصوصی توجہ رکھتے ہیں اور قوم کے لیے ان کے حساس قلب و دماغ میں درد موجود ہے۔ پہلے بھی وہ مختلف مواقع پر مضامین و مقالات لکھتے رہے ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ ملکی ترقی اور عوامی فلاح و بہبود کو علم المعیشت میں مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔

ان دنوں جب کہ سیاست سے بڑھ کر معیشت کا مسئلہ ہمارے ہاں اُلجھا ہوا ہے۔ اس میدان میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ یہ "بہت ضرورت" کم پیمانے پر پوری ہو رہی ہے۔ یعنی اکادکا کوئی کتاب چھپ جانے سے تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بہر حال مرزا صاحب نے یہ کتاب لکھ کر سنسان فضا میں گویا ایک سپوتنک چھوڑ دیا ہے۔ اس کے بعض ابواب لاہور کے ایک ہفت روزے میں شائع ہو چکے ہیں۔

ایسی کتابوں پر تبصرہ لکھنے کے لیے پہلے اُن کو پوری طرح پڑھنا اور پھر اُن کی بحثوں کی تہ میں اُترنا ضروری ہوتا ہے۔ فی الحال میں تبصرہ لکھنے کی ہمت تو نہیں کر سکتا، تعارفی کلمات کہہ سکتا ہوں۔

کتاب کو سمجھنے کے لیے بڑا مسئلہ مؤلف کے نقطۂ نظر کا ہوتا ہے۔ اور بالعموم لکھنے والے اُسے خود ہی آغاز میں واضح کر دیتے ہیں۔ مرزا صاحب کا نقطۂ نظر حسب ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱۔ "اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان کی اپنی ایک تخصیص بھی ہے کہ یہاں مغربی طرز جمہوریت کی حامی قوتیں جمہوری جدوجہد سے اپنے فکر کے مطابق اسلام کا انقلابی نظام رائج کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" (ص ۷)

۲۔ "کسی ملک کی معاشی ترقی اس کے معاشرے کے مجموعی اصلاح اور ترقی ہی سے ممکن ہے۔" (ص ۷)

۳۔ معیشرت[1] (SOCIO-ECONOMICS) کی ترقی، سائنٹفک نظریے، سیاسی استحکام اور مخلص قائدین کی رہنمائی کا تقاضا کرتی ہے"۔ (ص-۷)

۴۔ "ہم ایسا طریقۂ کار اختیار کریں کہ دوگونہ مقاصد حاصل ہوسکیں۔ اوّل یہ کہ افرادی قوت کو ثمر آور روزگار میسر آسکے اور دوم یہ کہ قدرتی وسائل کا بھرپور اور سائنٹفک استعمال کیا جائے"۔ (ص-۸)

۵۔ "خواص و عوام کے درمیان بود و باش کے فرق کو کم کیا جائے اور پسماندہ طبقات کے لیے تعلیم اور ملازمت کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں"۔ (ص-۸)

کتاب میں ترقیاتی عمل کا جائزہ ایوب خانی دور سے لے کر اب تک کے عہد کا لیا گیا ہے اور انداز ناقدانہ ہے۔ ہر مسئلے کے اعداد و شمار ساتھ ہیں، زرعی ہوں یا صنعتی، تجارت درآمد و برآمد کے ہوں یا بیرونی قرضہ کے۔ ان کی مدد سے ہر شخص مؤلف کی رایوں کو جانچ بھی سکتا ہے اور اپنی رائے بھی متعین کرسکتا ہے۔

مختلف ادوار کا جائزہ لیتے ہوئے مؤلف نے پیپلز پارٹی کے دور کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے پیش لفظ میں ہی یہ اشارہ موجود ہے کہ "پیپلز پارٹی نے معیشت جیسے سنجیدہ اور فنی شعبے کے بارے میں انتہائی عامیانہ اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا"۔

پھر جب باب دوم میں اس دور پر بحث کی تو زرعی، صنعتی، مالیاتی اور قرضوں کے تمام پہلوؤں سے تجزیہ کرکے کی۔ اس باب کے آخری حصے میں محمود صاحب نے صاف صاف لکھا ہے کہ:

"بھٹو کیوں ناکام ہوا؟ اس سوال کا جواب اس کا کمزور کردار اور ڈرامائی سیاست کا وہ انداز تھا......... اس کے قول و فعل میں تضاد جو اس کی سیاست کا طرۂ امتیاز تھا، معیشت کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ اس کی بے اصولی نے اعتماد کی وہ فضا ختم کردی جس میں کوئی تعمیری عمل وقوع پذیر ہوسکتا تھا۔ بھٹو نے ایک بار پھر ثابت کردیا کہ معاشی تعمیر کسی فکری تخریب کار کے ذریعے نہیں ہوسکتی، جو حکمران قوم کی اخلاقی اقدار

[1] غالباً یہ نئی اصطلاح مؤلف نے وضع کی ہے، مگر کاوش مزید سے کوئی بہتر صورت نکالنی چاہیے۔

کو تباہ کر کے قوم میں بد دلی اور کام چوری کے احساسات کو پروان چڑھائے۔ اس سے تعمیر کی توقع کرنا عبث ہے...... بھٹو کی نمایاں خصوصیت اس کی ہمہ جہتی بدعنوانی تھی۔ وہ خود بدعنوان تھا چنانچہ اس نے اپنے ساتھی بھی وہ منتخب کئے جو بدعنوان تھے...... اس نے معاشرے میں بدعنوانی کی عام فضا پیدا کی اور بدعنوانی ہی کو سیاسی حربے کے طور استعمال کیا۔" ص۔ ۳۶

آخری تین ابواب معاشی ترقی اور توازن کے نظام کے لئے ایک موزوں سیاسی قیادت کو لازم قرار دیتے ہیں۔ یہ بحث صفحہ ۱۴۲ سے ۱۷۶ تک چلی گئی ہے۔ ان ابواب کے مندرجات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا خلاصہ بیان کرنا مشکل ہے۔ البتہ ایک دلکش اور معنی خیز جملہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"سیاست اگرچہ دماغ کا کھیل ہے۔ مگر بے ضمیری کا نہیں!"

اس کتاب کو میں اگر پسند کرتا ہوں یا اس پہ تعارفی سطور لکھ رہا ہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس کے حرف حرف پہ ایمان لے آیا ہوں۔ کئی مواقع اختلاف بھی ہیں۔ مگر اتنی بات واضح ہے کہ یہ قابل استفادہ ہے اور ہر عام پڑھے لکھے آدمی کے لئے قابل استفادہ ہے۔ اس میں آپ کے لئے آسمان پرواز بحثیں اور چٹانی الفاظ و اصطلاحات یا الجبرائی فارمولوں اور اقلیدسی گرافوں میں سے کوئی بھی بوجھ بننے والی چیز موجود نہیں ہے۔

ذکری ڈائجسٹ (نومبر ۹۰ء)

مدیر۔ محمد یوسف اصلاحی، مرتب، سید اختر۔ ۱۱۳ صفحات۔ سادہ رنگین ٹائٹل

قیمت فی شمارہ ۳/- ۔ سالانہ ۔ ۲۵/-

دفتر ۔ گھیر سیف الدین خاں ۔ رام پور بھارت

تجارت میں بھی صاف ستھرے ذوق کے تعمیر پسند نوجوانوں نے ڈائجسٹ دائرے میں قدم رکھا ہے۔ اس شمارے کے خاص مضامین پروفیسر برہان الدین ربانی کا انٹرویو، کوریا میں اسلامی تحریک یا د سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، حضرت حمزہؓ بن مطلب، حضرت علی مرتضیٰؓ، افسانوں میں "مکان کا مسئلہ" اور "مظلوم کی بد دعا" وغیرہ اچھی کوششیں ہیں۔ شعر و نغمہ کا شعبہ الگ ہے، عربی سیکھیں بھی مستقل عنوان ہے۔ خواتین کے لئے تین چار مضامین الگ ہیں۔

یہاں کے ڈائجسٹوں کی شوخیوں کا پیمانہ تو الگ ہے۔ مگر بھارت میں کچھ نوجوانوں کا ابتدائی کام جس رنگ میں سامنے ہے وہ بڑا امید افزا ہے۔